بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

محمد موسیٰ بھٹو کی شخصیت پاکستان کے اخبار بین طبقات کے لیے محتاج تعارف نہیں۔ موصوف کا شمار ہمارے ملک کے اُن معدودے چند دانشوروں میں ہوتا ہے جو دین و مذہب کو ہر دوسری شے پر مقدم رکھتے ہیں اور جن کی علم و دانش کا تمام تر مصرف محض خدمت دین ہی ہوتا ہے۔ سندھ میں لادینی افکار و نظریات کی یلغار کا مقابلہ جس پامردی سے یہ درویش صفت نوجوان کر رہا ہے وہ بلاشبہ قابلِ رشک ہے۔ انہیں دیکھ کر اس حقیقت پر یقین گہرا ہو جاتا ہے کہ اگر خلوصِ نیت اور جذبۂ عمل کا سرمایہ موجود ہو تو وسائل کی کمی کام کی راہ میں آڑے نہیں آیا کرتی۔

سابقہ شمارے میں "اسلام کی تاریخ میں عقل اور نقل کی کشمکش" اور "برصغیر میں علی گڑھ اور دیوبند کے دو متضاد مکاتب فکر کا قیام اور ان کے مابین چند درمیانی راہیں" کے زیرِ عنوان محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے جو دو نہایت قیمتی مقالے شائع ہوتے تھے اُن پر محترم موسیٰ بھٹو صاحب کا ایک خط ہمیں موصول ہوا ہے جو ہم قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ محترم موسیٰ بھٹو کے اس خیال کے بارے میں کہ مولانا مودودی مرحوم و مغفور کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی پرانی تحریروں میں خاصی تلخی پائی جاتی ہے، ہم یہ عرض کریں گے کہ اُس وقت ڈاکٹر صاحب کے لیے مولانا کی تحریک اسلامی کے غلط سمت مڑ جانے کا صدمہ تازہ تھا، زخم کی دُکھن کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی تھی جس کا اظہار اُن تحریروں میں ہوا ہے۔ اب اگر ڈاکٹر صاحب مولانا مرحوم کا ذکر تحریر و تقریر میں کرتے ہیں تو انداز تلخی اور تندی کی بجائے تأسف اور حسرت کا سا ہوتا ہے۔ اس معاملے کی وضاحت خود محترم ڈاکٹر صاحب بھی اپنی کتاب "اسلام اور پاکستان" کے دیباچے میں فرما چکے ہیں جو شاید محترم مکتوب نگار کی نظر سے نہیں گزری۔ موسیٰ بھٹو صاحب کا مکتوب پیشِ خدمت ہے۔